پاکستان میں NGOs کا معاشرتی استحکام وعدم استحکام میں کردار

The Role of NGOs in Social Stability and un Stability in Pakistan

محمد مسلم[i] محبوب الرحمٰن شاہ[ii]

Abstract

Human beings have social behavior, so like to live in collaboration with each other. As they use same resources, skirmishestrigger between them, that needed Governments to maintain law and order. Throughout history the stability and authority of Govt. resulted in the stability of society. After Second World War, the problems of society reached to its climax and at that time poor and weak governments were not able to manage social problems. This was the situation when NGOs emerged to take the role of solving problems of people at non-government level.Further more with the rise of globalization an unseen international government is becoming strong. In third word, NGOs are acting as delegates of so called unseen government .Sometimes the interests of unseen international government and local government collide with each other that may result in social un-stability.

In the following research article the researchers are about to investigate the impact of NGOs on the stability and non-stability of society. To arrive at a certain result, researchers have defined the indicators of social stability in the light of social sciences, linked these variables with Quran and Sunnah, and collected data to measure social stability in the society. The contribution of different type of NGOs in the development of social stability

i لیکچرر، شعبہ اسلامیات، فرید گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، رحیم یار خان

ii پرنسپل، گورنمنٹ ماڈل دینی مدرسہ، ائیر پورٹ روڈ سکھر

or un-stability is discussed, suggestions to improve the function of NGOs are also presented at end.

Key words

Social Stability, Un-Stability, social indicators, NGOs

اسلام کارِ خیر کو نجاتِ آخرت کا سبب بتاتا ہے[1] اور اصحابِ خیر کو معاشرے کے صاحبِ فضیلت آدمی گردانتا ہے[2] جس کی وجہ سے ہر شخص (جس کے پاس استطاعت ہو زکوٰۃ، صدقات، عطیات کی شکل میں) بذاتِ خود ایک غیر سرکاری نظم کی حیثیت اختیار کرتے ہوئے معاشرتی استحکام میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ اسلام کے تصورِ وقف نے دنیا کی قدیم ترین NGOs کو جنم دیا جس کو اسلامی قوانین نے تحفظ دیا، مسلمان رہنماؤں اور اصحابِ خیر نے اپنی جائیداد سے اس کی آبیاری کی، عوام نے اس کے نظم و نسق میں جانیں کھپائیں۔ دورِ اسلام کی ان NGOs کی مثال دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ باوجود اس کے کہ انہیں مروجہ NGOs کی صف میں کبھی بھی جگہ نہ مل سکی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اخلاص و للٰہیت کا جو معیار اسلامی وقف نے چھوڑا اس کا عشرِ عشیر بھی موجودہ دور کی NGOs میں نہیں ملتا۔

حکومتِ پاکستان ترقی یافتہ ممالک کی طرح خود NGOs کو مانیٹر نہیں کر رہی جس کی وجہ سے ان اداروں کے سربسا اوقات ریاستی اور مذہبی مفادات کے خلاف کام کرنے کا الزام لگ جاتا ہے۔ البتہ تمام NGOs کے لیے لازمی رجسٹریشن کا قانون بنام 'Societies Registration Act of 1860' یا Voluntary social welfare agencies ordinance 1961 موجود ہے تاہم NGOs آج بھی رجسٹرڈ نہیں ہیں۔ ریاستی عدم کنٹرول کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان NGOs کے مقاصد ان کے عطیہ دہندگان (Donors) ہی طے کر رہے ہیں، جو کہ بعض حضرات کے مطابق بعض اوقات ریاست کے مفادات کے ساتھ ٹکراتے ہیں تو بعض اوقات ریاستی مفادات کے بالکل خلاف ہوتے ہیں۔ پاکستان میں NGOs کی فنڈنگ زیادہ تر بین الاقوامی عطیہ دہندگان کے ذریعے ہی فراہم کی جاتی ہے جن میں UN, USAID, UKAID, وغیرہ شامل ہیں۔ ان عطیات کے حساب

کے لیے Third Party Audit کروانا بھی ضروری ہے۔ NGOs کے لیے پاکستان میں بیشتر ٹیکسز (Taxes) بھی معاف ہیں۔ فنڈ مہیا کرنے کا ایک باقاعدہ طریقہ کار ہے جسے شفاف بنانے کے لیے ماضی کی کارکردگی، دستیاب وسائل و سٹاف اور پیشہ وارانہ مہارتوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے[3]۔

مسئلہ تحقیق

اسلامی تعلیمات کے تناظر میں NGOs کا معاشرتی استحکام وعدم استحکام میں کردار کا جائزہ لیناتاکہ ان کے مستقبل کے کردار کے بارے میں تجاویز پیش کی جاسکیں۔

طریقہ تحقیق

یہ بیانیہ اور تقابلی تحقیق ہوگی جس میں معاشرتی استحکام اور عدم استحکام کا باعث بننے والے متغیرات کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لے کر ان کی قدر و قیمت کا تعین کیا جائے گا، ان متغیرات کے ساتھ NGOs کے تعلق کو واضح کرتے ہوئے NGOs کے کردار کے مثبت یا منفی ہونے کا جائزہ لیا جائے گا اور ان کے مستقبل کے لائحہ عمل کے لیے تجاویز پیش کی جائیں گی۔

متغیرات (Variables)

معاشرتی استحکام کے متغیرات، معاشرتی عدم استحکام کے متغیرات، NGOs اور ان کی اقسام، معاشرتی تنوع

معاشرتی استحکام وعدم استحکام کے معیارات[4]

معاشرتی استحکام کی تعریف سماجی تناظر میں یہ کی جاتی ہے کہ

> Social stability is a sociological perspective that states a group always seeks to maintain equilibrium by forcing out ideas and individuals that disagree with popular opinion[5].

"قبولِ عام حاصل کرنے والے نظریات سے اختلاف رکھنے والے افراد و نظریات کو اگر باہر نکال کر معاشرہ توازن حاصل کرتا ہے تو اس عمل کو Social Stability کہتے ہیں۔"

حقیقت میں یہ استحکام اختلاف رکھنے والے افراد و نظریات کو باہر نکال کر حاصل کرنا نظریاتی طور پر تو شاید ممکن ہو، لیکن عملاً آج کل ممکن نہیں ہے کیونکہ دنیا تیزی سے Global Village بنتی چلی جارہی ہے، اور اس کا لازمی نتیجہ multi-cultural, معاشروں کی صورت میں نکلا ہے جس کی وجہ سے استحکام کے لیے اختلافات کو حتی الامکان برداشت کرنا اور اختلاف کو قانونی دائرے میں رکھنا ضروری ہو چکا ہے۔

معاشرتی استحکام کا معیار طے کرنے کے لیے سماجی مطالعاتی اداروں نے بہت کاوشیں کی ہیں اور ایسے شمارے بنائے ہیں جنہیں بروئے کار لا کر ہم NGOsکے کردار کے مثبت و منفی پہلوؤں کو بیان کر سکتے ہیں۔ ان اداروں نے ماہرین کی آراء حاصل کرنے کے بعد ہی ان معیارات اور ان کے اشاریوں کو طے کیا ہے[6]۔ اگرچہ ان اشاریوں کی ترجیح وتفصیلات میں اختلافات بھی ہیں[7]۔ اصل میں یہ تمام معیارات باہم مربوط ہیں، خواہ تناسب راست کی شکل میں ہوں یا تناسب معکوس کی شکل میں ہوں۔ مختلف معاشروں کی مقامی ضروریات کے مطابق بھی ان Indicators میں اختلاف واقع ہو سکتا ہے، جیسا کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے جس کی 70 فیصد سے زائد آبادی زراعت سے بالواسطہ یا بلاواسطہ منسلک ہے، اس لیے پاکستان میں زرعی طبقہ کا استحکام دیگر طبقات کے استحکام کے مقابلے میں معاشرتی استحکام کو زیادہ ظاہر کر سکتا ہے[8]۔ مثال کے طور پر 52 یورپی ماہرین اور صاحب المصلحۃ (Stakeholders) نے سماجی ترقی کا جو اشاریہ بنایا اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کو مدِ نظر رکھا گیا:

- ✓ توانائی کی فراہمی میں تسلسل
- ✓ سیاسی اور قانونی استحکام
- ✓ سماجی کاموں میں خطرہ کا عنصر اور اس کا حجم
- ✓ معیارِ زندگی

پھر اسی اشاریہ کا Delphi کی ورکشاپ میں 11 شرکاء میں دوبارہ جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان کے مشتملات اور وسعت مکمل طور پر موضوع سے متعلق ہیں۔ مزید برآں سیٹ کے ارکان

کی تعداد کو کم کرنے کے لیے بعض کو بعض پر ترجیح دینے کا طریقہ اختیار کیا گیا،[9] یا بعض انڈیکیٹرز کو بڑے انڈیکیٹرز کے ذیلی انڈیکیٹرز قرار دے کے ان کے عموم میں داخل کر دیا گیا تاکہ مستقبل کے استعمال کے لیے سماجی معیار اور اشاریہ جات تیار کیے جا سکیں۔

NGOs

دوسرا اہم متغیر (variable) جسے آزاد متغیر قرار دیا گیا ہے، NGOs ہیں۔

NGOs

کی کارکردگی اور معاشرتی استحکام و عدم استحکام کے Indicators کی ہم ربطی (Co-relation) کے ذریعے سے ہم NGOs کا معاشرتی استحکام میں کردار کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے۔ جدید NGOs کا ظہور انیسویں صدی کے وسط میں دوسری جنگ عظیم اور اقوام متحدہ کے قیام سے ہوا۔ ورلڈ بنک کی تعریف کے مطابق:

> "private organizations that pursue activities to relieve suffering, promote the interests of the poor, protect the environment, provide basic social services, or undertake community development[10].

> "ایسی پرائیویٹ تنظیم جو متاثرہ لوگوں کی بحالی، غریبوں کے مفادات، ماحول کے تحفظ، بنیادی سماجی خدمات کی فراہمی یا سماجی ترقیاتی کام میں پیش پیش رہتی ہو۔"

آج کل بین الاقوامی سطح پر ہونے والے معاہدوں پر عمل درآمد، نگہداشت اور تجزیہ کا کام بھی NGOs کر رہی ہیں جس کی بنیاد پر ان کا دائرہ عمل پہلے سے بھی زیادہ وسیع ہو چکا ہے۔ اب یہ ادارے اس قابل ہو چکے ہیں کہ حکومتوں اور ممالک پر بین الاقوامی دباؤ ڈال سکتے ہیں، قبل از وقت انتباہ کے جاری کرنے کے ذریعے سے حکومتوں کو اپنے مقاصد کے مطابق پالیسی وضع کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اس وقت NGOs قومی سیاست، معیشت، سماجی سرگرمیوں، قومی و بین الاقوامی دلچسپی کے مسائل پر کام کر رہی ہیں، جن میں انسانیت، عورتوں اور کمزوروں کے حقوق، معاشرتی ترقی، جمہوریت کا فروغ، صحت و صفائی، ویکسینیشن، ماحولیات وغیرہ جیسے اہم مسائل شامل ہیں۔ دنیا بھر میں بیشتر ممالک NGOs کے معاشرتی اور معاشی استحکام کی پالیسیوں اور تعاون کا بھرپور فائد

اٹھاتے ہیں اور اس طرح سے غریب ممالک کی غریب حکومتوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور ان کی عوام کو ریلیف ملتا ہے۔ اس سب کے باوجود بعض جگہ پر مقامی حکومتوں اور عوام کے تحفظات کی وجہ سے NGOs کو مشکلات بھی در پیش ہیں۔ مختلف علاقوں اور طبقوں میں انہیں شکوک وشبہات کی نظر سے دیکھا جاتا ہے[11]۔

خاندان کا استحکام

معاشرہ کی بنیادی اکائی خاندان ہے، اس لیے معاشرتی استحکام کی پیمائش کے لیے اس کے استحکام کو بطور Indicator استعمال کیا جاتا ہے۔ خاندان اور معاشرہ کے تقابلی مطالعہ میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر بچوں کو ان کے بچپن سے ہی والدین میں سے دونوں کی رفاقت، حمایت اور تربیت میسر ہو تو ان کی زندگی بہتری کی طرف گامزن ہوتی ہے[12]۔

خاندان کے استحکام کے ذیلی Indicators درج ذیل قرار دیئے گئے ہیں:

1. ان بچوں کی فیصد تعداد جو کہ اپنے اصل والدین کے ساتھ بچپن میں بھی نہیں رہ رہے۔
2. بہت کم آمدنی والے والدین کے بچے جو کہ اپنے اصل والدین کے ساتھ نہیں رہ رہے، ان کی فیصد تعداد کا مقابلہ متوسط اور اعلیٰ طبقے کے والدین کے ساتھ کیا جاتا ہے جن کے بچے ان کے ساتھ نہیں رہے۔
3. والدین کے خوش یا ناخوش ہونے کی تعداد کا تقابلی تناسب بچوں کے ساتھ جو والدین کے ساتھ رہے ہیں یا نہیں رہ رہے[13]۔

اگر بچوں کو والدین میں سے کسی ایک کا ساتھ نصیب نہ ہو تو بڑے ہونے پر ان میں سے 28 فیصد بچے غربت کا شکار ہو جاتے ہیں، جب کہ ان کے مقابلے میں جن بچوں کو دونوں (والدین) کا ساتھ نصیب ہوتا ہے ان میں سے 17 فیصد ہی غربت کا شکار ہوتے ہیں[14]۔ غربت معاشرتی استحکام کی دشمن ہے جبکہ خوشحالی اس کے قیام اور ترقی کی علامت ہے[15]۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ NGOs خاندان کے تحفظ اور اس کے استحکام کے لیے کیا کر رہی ہیں؟ ایک اعتبار سے تو NGOs کا کردار قابل تحسین ہے کہ عورتوں پر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز

بلند کی ہے اور ان کے حقوق دینے اور ان کو حقوق حاصل کرنے کا شعور دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ عورتوں پر ظلم کے پروپیگنڈہ نے ان عورتوں میں بھی جو کسی ظلم یا جبر کا شکار نہیں ہیں، یہ احساس پیدا کیا ہے کہ شاید وہ بھی مظلوم ہیں جس کی وجہ سے موہومہ مظالم کے خلاف عدالتوں میں جا کر طلاق حاصل کرنے کا رواج بڑھا ہے جس کی وجہ سے خاندانی نظام تباہ ہو رہا ہے۔ کچھ NGOs جو کہ حقوقِ نسواں کے نام پر کام کر رہی ہیں اپنے غیر ملکی عطیہ دہندگان سے امداد حاصل کرنے کے لیے عورتوں کے استحصال کے اعداد و شمار کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ایک مسئلہ جو NGOs کی مزعومہ آگہی کے نتیجہ میں پیدا ہو رہا ہے وہ طلاق کی شرح میں اضافہ کی وجہ سے (یا بعض ملکوں میں سنگل والدہ کی صورت میں) سنگل والدین کا ہے جو کہ معاشرتی تباہی کی علامت ہے۔ امریکہ میں 2010 کے اعداد و شمار کے مطابق صرف 40 فیصد افراد شادی کرتے ہیں باقی 60 فیصد سنگل والدہ/ والد کے طور پر زندگی گزار رہے ہیں اور اس تعداد میں ہر سال 26000 اضافہ ہو رہا ہے۔ (1980 سے 2010 تک)[16]۔

ڈسٹرکٹ جیوڈیشری کے آفیشل ڈیٹا کے مطابق 3 مارچ 2014 تک 11000 سے زائد کیس زیرِ التواء تھے، جب کہ صرف دو ماہ کے قلیل عرصے میں (جنوری اور فروری 2014) 2300 سے زائد عورتیں تنسیخِ نکاح کے لیے عدالت پہنچی تھیں جس کا مطلب ہے روزانہ 336.67 کیس روزانہ۔ فروری 2005 سے جنوری 2008 کے درمیان 75000 کیس تنسیخِ نکاح کے رجسٹرڈ ہوئے اور گزشتہ دہائی میں تقریباً 259064 علیحدگیاں ہو چکی ہیں۔ اس رپورٹ نے جہاں اس مسئلہ کی وجوہات میں جبری شادی، شہوت پسندی، خیانت، مشترکہ خاندانی نظام، افہام و تفہیم کی عدم موجودگی، اعتماد کی کمی، اقتصادی مسائل، بڑھتی ہوئی بے روزگاری کو بتایا ہے وہیں اس مسئلہ کے اسباب میں ایک بڑا سبب NGOs اور الیکٹرانک میڈیا بھی ہے جس نے معاشرتی ڈھانچے کو کمزور کیا ہے۔ مصطفٰی چوہدری، جو کہ فیملی لاء کے ماہر وکیل ہیں، کہتے ہیں:

"NGOs ہمارے سماجی ڈھانچے سے واقف نہیں ہیں، وہ صرف آزادی کے نعرے لگاتی ہیں، میڈیا عورتوں کو گمراہ کر رہا ہے، عورت اس وقت ایک پروڈکٹ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے جسے آسانی سے خریدا یا فروخت کیا جاسکتا ہے۔"

انہوں نے یہ بھی کہا کہ 85 فی صد محبت کی شادیاں علیحدگی پر منتج ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ بچوں والے جوڑے بھی طلاق سے گریز نہیں کرتے جس کے نتیجے میں بچے تباہ ہو جاتے ہیں[17] اسلامی نقطہ نظر سے اللہ کے ہاں سب سے مبغوض حلال چیز طلاق ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے: " ابغض الحَلالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ[18]"

خاندانی نظام سے جڑا ہوا ایک اہم مسئلہ ٹوٹے ہوئے خاندانوں یا یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت ہے۔ اس وقت پاکستان میں بہت سی NGOs اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے کام کر رہی ہیں۔ ایسی NGOs کا یتیم اور لاوارث بچوں کو دکھا کر عطیات حاصل کرنا یوں لگتا ہے کہ جیسے مہذب فقیر ہوں، ایسے بچوں کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے، بہر حال یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر بچوں کو مناسب سہارا دے کر انہیں اپنے قدموں پر کھڑا کر دیا جائے تو معاشرتی استحکام کا حصول سہل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ، وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ[19]

"مسلمانوں میں سب سے بھلا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو اور مسلمانوں میں سب سے برا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔"

ایسی NGOs جو یتیم اور لاوارث بچوں کی صحت، نگہداشت، تعلیم و تربیت اور رہائش کا انتظام کرتی ہیں معاشرتی استحکام کو یقینی بنانے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں جیسا کہ Rashidabad Organization نے عزمی ہال کے نام سے یتیم خانہ بنا رکھا ہے جس میں 288 یتیم بچوں اور 70 ضعیف العمر افراد کی نگہداشت کی جارہی ہے[20]۔ اسی طرح SOS نامی NGO نے Orphan village بنا رکھے ہیں جو کہ پاکستان کے 12 شہروں میں قائم ہیں، ہر ویلیج میں 15 گھر اور ہر گھر میں 10 یتیم بچوں کی گنجائش ہوتی ہے۔ اس طرح سے 18120 یتیم بچوں کی گنجائش

موجود ہے[21]۔ Sitara Orphanage نامی NGO جو کہ افغان مہاجر بچوں کے لیے کام کر رہی ہے، 30 لڑکوں اور 20 لڑکیوں کی رہائش کا بندوبست کر رہی ہے[22]۔ اسی طرح دار الامان نامی NGO نہ صرف یتیم بچوں کی بہتر تعلیم و تربیت اور رہائش کا انتظام کر رہی ہے بلکہ ان کے لیے حفظ و ناظرہ قرآن اور مذہبی اور اخلاقی تربیت پر بھی زور دیتی ہے[23]۔ جنت الفردوس نامی NGO پاکستان کے 18 شہروں میں یتیم خانے چلا رہی ہے[24] لیکن ان کی اس مثبت کاوش پر اس وقت پانی پھر جاتا ہے جب یہ NGOs کسی بیرونی ایجنڈے کا سہارا لے کر عورتوں پر ظلم و تشدد کے جھوٹے قصے کہانیاں بیان کر کے عوامی دباؤ تخلیق کرتے ہیں اور جس کا معاشرے پر منفی اثر سامنے آتا ہے[25]۔

اسی طرح عورتوں کی آزادی کے نام پر اخلاقی حد بندیوں کو توڑنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایدھی فاؤنڈیشن کی رپورٹ کے مطابق انہوں نے 2014 میں 335 ایدھی سینٹرز کی جانب سے 2528 نوزائیدہ بچوں کی لاوارث میتوں کو دفن کیا[26]۔ اسی طرح ایدھی شیلٹر ہومز میں ان لڑکیوں اور خواتین کی تعداد میں 36 فی صد اضافہ ہوا ہے جنہوں نے گھریلو تشدد کی وجہ سے گھر چھوڑا[27]۔ اگرچہ ایدھی فاؤنڈیشن نے اس کی وجہ غربت اور مہنگائی میں اضافہ قرار دی ہے لیکن یہ اکیلی وجہ نہیں ہے، اس میں ہمارا میڈیا اور آزادیٔ نسواں کی علمبردار NGOs بھی حصہ دار ہیں۔ اگر یہ شرح اسی طرح بڑھتی رہی تو خطرہ ہے کہ کہیں پاکستان میں بھی خاندانی نظام یورپ کی طرح تباہ نہ ہو جائے، کہ یورپ نے تو خاندان کے متبادل اور ادارے متعارف کروائے لیکن ہمارے ہاں متبادل ادارے نہ تو ہیں اور نہ ہی شاید کبھی پنپ سکیں۔ NGOs کی طرف سے یتیم خانے بنانے کا عمل اگرچہ بہت اچھا ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ بہتر یہ ہے کہ حکومت، علماء کرام اور معاشرتی رہنما اسلام کے نظامِ ولایت کا احیاء کریں تاکہ یتیم بچے اجنبی ہاتھوں میں پرورش پانے کی بجائے اپنے ہی عزیز و اقارب کے ہاں پرورش پائیں جو کہ ان کی نفسیاتی اور روحانی صحت کے لیے زیادہ بہتر ثابت ہوگا۔

بے روزگاری اور معیشت

معاشرتی استحکام کو جانچنے کا ایک اہم Indicator روزگار کی صورتحال بھی ہے، اگر معاشرے میں روزگار کی فراہمی میں ہمواری نہ ہو تو نتیجہ جرائم میں اضافے، خاندانی نظام کی تباہی،

بنیادی سہولیات کی عدم فراہمی اور بیمار افراد کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس کے ذیلی انڈیکٹرز میں معاشی سرگرمیوں کی فراوانی، حصولِ معاش کے مواقع کی برابر دستیابی، سرمایہ کاری کا تحفظ، ارتکازِ دولت کے خلاف پالیسی سازی، حلال و حرام ذرائع سے کمانے کا فرق، معاشرے میں رزقِ حلال کمانے والے کو اچھا سمجھنا اور رزقِ حرام کمانے والے سے نفرت کا اظہار کرنا، سودی سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی کرنا، کام کی نوعیت کے مطابق معاوضہ کا ملنا، معاوضہ کا بقدرِ کفایت ملنا، کارکنوں کو جسمانی آرام اور تفریح کے مواقع کی فراہمی، کام کی جگہ کا محفوظ ہونا، خطرات کو کم سے کم سطح پر لانا، کاروباری طبقے کی امدادِ باہمی اور خطرات سے مل کر نبرد آزماں ہونا جیسے امور شامل ہیں۔ اسی لیے حضور اقدس ﷺ نے حلال روزی کمانے کے فضائل بیان فرمائے:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلًا، فَيَسْأَلَهُ أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ[28]

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے ایک شخص کا رسی لینا اور اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اٹھانا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس آکر سوال کرے اور وہ اسے دے یا نہ دے۔"

NGOs نے اس میدان میں بہت زیادہ کام کیا کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیا اور انہیں معاشرے میں سرگرم کردار ادا کرنے کو کہا جس میں وہ بہت زیادہ کامیاب بھی جا رہی ہیں لیکن اس کے مضمرات کو دور کرنے کا ان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں ملازمتوں کی تعداد پہلے ہی بہت کم ہے، اور ہمارے معاشرے میں اخراجات کی ساری ذمہ داری مرد کے سر پر ہوتی ہے کیونکہ فطری طور پر عورت پر پہلے سے اقتصاد کے علاوہ اور بہت سی ذمہ داریاں عائد ہیں۔ جب عورتیں ملازمت کثرت سے کرنے لگیں تو ملازمتوں میں مردوں کا حصہ کم ہو گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایسا عام طور پر نظر آنے لگ گیا کہ عورت کماتی ہے اور مرد فارغ رہتا ہے[29]۔ ایسے خاندان میں جہاں تھوڑا سا بھی اختلاف پیدا ہو تو عورت سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی اور نتیجہ طلاق کی صورت میں نکلتا ہے[30]۔ زمانہ حال میں لوگوں کی خواہشات میں اضافہ ہوا ہے جس کی وجہ سے لوگ اپنے موجودہ روزگار سے مطمئن نہیں رہے۔ ہر شخص معاشرے میں چار اہم چیزیں حاصل کرنا چاہتا

ہے: آمدنی، تحفظِ ملازمت، تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار اور سماجی تعامل۔ اگر ان میں سے کسی ایک چیز میں بھی کمی ہو تو وہ شخص معاشرتی استحکام میں بھرپور کردار ادا نہیں کر سکتا[31]۔

جو لوگ روزگار کے ہاتھوں پریشان ہوں وہ معاشرتی فلاح و بہبود کے کاموں میں بھی حصہ نہیں لے سکتے، تفریح کی سہولیات انہیں میسر نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہ احساسات کی دنیا سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ملک کے سیاسی معاملات سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ پالیسی سازی میں بے روزگار شخص شامل نہیں ہو سکتا۔ ارتکازِ دولت کے بڑھنے سے بھی معاشرے کے بیشتر طبقے روزگار سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یورپی یونین کے مطابق نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح بعض ملکوں میں 50 فی صد تک جا پہنچی ہے۔ یہ شرح پاکستان میں تو اور بھی مایوس کن ہے۔ Statistics Bureau of Pakistan کی رپورٹ کے مطابق 2012-2013 میں 61.6 فی صد افراد بے روزگار تھے جن میں سے بے روزگار عورتوں کی تعداد 78.3 فی صد اور نوجوانوں میں بے روزگاری کی شرح 60.9 فی صد تھی[32]۔ یورپی یونین کے مطابق "Unemployment in youth presents a major risk to social stability."[33] یعنی معاشی استحکام کا تعلق براہِ راست سیاسی اور معاشرتی استحکام کے ساتھ ہے۔ جس علاقے میں سیاسی استحکام حاصل ہو گا، وہاں معاشی استحکام پیدا ہو گا، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ معاشرتی استحکام حاصل ہو جائے گا[34]۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ NGOs نے بے روزگاری پر قابو پانے کے لیے کس قدر کام کیا ہے؟ بہت کم NGOs ایسی ہیں جو اعداد و شمار پیش کرنے کی بجائے عملی کام کرنے کی طرف توجہ دے رہی ہیں۔ بیشتر NGOs ٹھوس بنیادوں پر کام کرنے کی بجائے محض راشن اور خوراک کی تقسیم پر اکتفاء کر جاتی ہیں۔ ان NGOs نے مائیکرو فنانس کے طریقہ کو اپنایا ہے جس کے ذریعے سے چھوٹے پیمانے پر لوگوں کو قرض دے کر اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا جاتا ہے (مزید تفصیلات کے لیے دیکھیں[35])۔ یہ طریقہ بنگلہ دیش کے ڈاکٹر محمد یونس نے پیش کیا تھا جس پر اس کو نوبل پرائز بھی ملا[36]۔ مذہبی اعتبار سے اس میں قباحت یہ ہے کہ بعض NGOs دیئے جانے والے

قرض پر سود بھی وصول کرتی ہیں، اگر اس چیز کو ختم کر دیا جائے تو یہ ایک اچھا قدم ثابت ہو سکتا ہے۔ قرآن و حدیث میں زکوٰۃ و عشر اور صدقات کے ساتھ ساتھ غریب افراد کو قرضِ حسنہ دینے کی فضیلت وارد ہوئی ہے، جیسا کہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے:

رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوبًا: الصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ[37].

"میں نے شب معراج میں جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا اجر دس گنا ملے گا اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا اجر ملے گا۔"

یہ حدیث اس اصول کو بیان کرتی ہے کہ تنگدست پر صدقہ کرنے سے بھی اسے قرض دینے کا زیادہ اجر ہے، کیونکہ اس کی ادائیگی کا خوف اس کو محنت پر آمادہ کرے گا، جس سے وہ قدموں پر کھڑا ہو گا، جبکہ بھیک دینے سے اگرچہ اس کی زندگی تو بچ جائے گی لیکن طویل المدتی مفاد حاصل نہیں ہو سکے گا۔ یہی حدیث مائیکرو فنانس کی ابتدائی اور مخلصانہ بنیاد بنتی ہے جس میں کسی قسم کا مالی مفاد یا سود وصول نہیں کیا جاتا، بس ایک غریب شخص کو اپنے قدموں پر کھڑا ہونے میں مدد فراہم کی جاتی ہے۔

کاروباری اشاریہ کے مطابق امن وامان کی صورتحال کا اشاریہ 86 ہے جو کہ E رینک میں آتا ہے۔ اسی طرح سیاسی استحکام کا اشاریہ 60 پر ہے، جس کی ڈگری C قرار دی گئی ہے۔ حکومت کی رٹ کو خطرہ 79 ہے جو کہ D درجے میں ہے۔ اقتصادی کلی خطرہ 50 پر ہے، جس کا درجہ C ہے، بیرونی تجارت کی ادائیگیوں کو خطرہ 75 ہے جس کا درجہ D ہے۔ اقتصادی خطرہ 62 ہے جس کی ڈگری D ہے۔ ٹیکس پالیسی کا خطرہ 50 ہے جس کی ڈگری C ہے۔ انفراسٹرکچر کو خطرہ 78 ہے جس کا درجہ D ہے۔ اس طرح سے اقتصادی خطرہ کا معیار مجموعی طور پر E قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب ہے "Most Risky" یہ ایک ہلا دینے والی صورتحال ہے[38]۔

سیاسی استحکام اور قانون کی حکمرانی

یہ دونوں Indicators باہم متصل ہیں اس لیے ان کا ذکر اکٹھے کیا جا رہا ہے۔ معاشرہ کے نظام کو چلانے کے لیے سیاسی نظام ناگزیر ہے، سیاسی نظام اور معاشرتی استحکام ایک دوسرے کے ساتھ تناسب راست رکھتے ہیں۔ سیاسی نظام کو صحیح اصولوں کے مطابق چلانے کے لیے قوانین بنائے

جاتے ہیں۔ جس طرح کسی معاشرے میں قانون کی پاسداری سیاسی استحکام کی اشاریہ ہے، اسی طرح سے سیاسی استحکام معاشرتی استحکام کا اشاریہ ہے۔ سیاسی استحکام حاصل کرنے کے لیے ہی نبی اقدس ﷺ نے امیر کی اطاعت کرنے کا حکم دے کر فرمایا:

اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ[39]

"اگر کوئی حبشی تم پر حاکم بنادیا جائے اور وہ ایسا بدرو ہو کہ گویا اس کا سر انگور ہے تب بھی اس کی سنو اور اطاعت کرو۔"

اسی طرح ارشاد ہے:

الدِّينُ النَّصِيحَةُ» قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: «لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ[40]

"دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا کس چیز کی؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے ائمہ کی اور تمام مسلمانوں کی۔"

پاکستان کئی بار سیاسی عدم استحکام کا شکار رہا ہے، جمہوری حکومتیں بھی سیاسی طور پر مستحکم نہیں ہو رہیں، بار بار احتجاج، دھرنے اور مار دھاڑ کے عمل نے سیاسی صورتحال کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سیاسی و مذہبی جماعتوں نے اپنے عسکری ونگ بنا کر اور بھی حالات کو خراب کرنا شروع کر دیا[41] جس کی وجہ سے ملک میں امن وامان اور قانون شکنی کے واقعات میں نہ صرف اضافہ ہوا بلکہ یہ اضافہ بعض اوقات خاص حکومتی مفادات کی خاطر اور حکومتی چھتری کے نیچے ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام الناس عدم تحفظ کے احساس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ قانون کی حکمرانی کی صورتحال یہ ہے کہ Herald نامی ادارے نے Sustainable Development Policy Institute کے تعاون سے عوامی رائے لی تو اس سروے کے نتیجہ میں جو معلومات حاصل ہوئیں ان کے مطابق 77 فی صد لوگوں کے بقول وفاقی حکومت کی کارکردگی اوسط سے بہتر نہیں ہے۔ 68 فی صد کی رائے میں صوبائی حکومت کی کارکردگی بھی اوسط ہی ہے[42]۔

جرائم کی شرح میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، روزانہ اوسطاً 12 اموات پاکستان کے معاشی دار الحکومت کراچی میں ہو رہی ہیں۔ سال ۲۰۱۲ کے دوران پاکستان کے 72 اضلاع میں 28823

جرائم رپورٹ ہوئے۔ جن میں سے 260 عورتوں سے اجتماعی زیادتی کی گئی، 1996 سے 2007 میں جبری زیادتی کی گئی، 2008 کے پہلے چار ماہ کے دوران ہی تقریباً 140 افراد کو تاوان کے لیے اغوا کیا گیا۔ 2007 میں 23144 گاڑیاں چرائی گئیں۔ گلی کوچوں کے جرائم 289751 رپورٹ ہوئے جن میں ڈکیتی، چوری، فراڈ، منشیات فروشی، دھوکہ دہی، غیر قانونی ہتھیار لے کر چلنا جیسے جرائم بھی شامل ہیں۔ اور یہی شرح اس سے اگلے سال کے پہلے چار ماہ کے دوران بڑھ کر 76974 ہو گئی[43]۔

اعداد و شمار کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جوں جوں قوانین کو سخت سے سخت کیا جا رہا ہے ہمارے ہاں جرائم بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس کی بہت سی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ تو برائی کا چرچا بذریعہ میڈیا عام ہو جانا ہے[44]، جس کی وجہ سے برائی کرنے کی رغبت عوام میں پیدا ہوتی ہے۔ دوسری بڑی وجہ قانون اور حکومت کے تقدس کا خاتمہ ہے، اگر قانون کے احترام پر مبنی اور صحیح معنوں میں فلاح و اسلامی حکومت ہو تو عوام کے ذہنوں میں اس کا ایک تقدس قائم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس کے احکامات کو مذہبی احکامات کی طرح مانتے ہیں، جیسا کہ جاپان میں بادشاہ کے احکام کو مذہبی تقدس حاصل ہے اس لیے طبیعت پر جتنا بھی گراں ہو جاپانی قوم اپنے حکمران کا فرمان تسلیم کرتی ہے۔ اسی لیے حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَهَانَ سُلْطَانَ اللهِ فِي الأَرْضِ أَهَانَهُ اللَّهُ[45].

"جو شخص اللہ کی زمین میں حاکم کی توہین کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کریں گے۔"

جیسا کہ نبی اقدس ﷺ کا فرمان ہے:

إِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ، يَأْوِي إِلَيْهِ كُلُّ مَظْلُومٍ مِنْ عِبَادِهِ، فَإِذَا عَدَلَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الشُّكْرُ، وَإِذَا جَارَ كَانَ عَلَيْهِ الْإِصْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الصَّبْرُ[46].

"بے شک سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہے، جس کی طرف اس کے بندوں میں سے ہر مظلوم پناہ لیتا ہے، اگر وہ عدل کرے تو اس کے لیے اجر ہے اور اس کی رعایا پر شکر واجب ہے، اگر وہ ظلم کرے تو اس کے لیے سزا ہے اور رعایا پر صبر کرنا ہے۔"

صحت وصفائی

ایک صحت مند جسم میں ہی صحت مند دماغ ہو سکتا ہے۔ صحت مند اجسام اور صحت مند دماغ مل کر ایک صحت مند معاشرہ تشکیل دیتے ہیں جو کہ اپنی اصل کے ثابت ہونے کی وجہ سے مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتا ہے[47]۔ یہ Indicator بھی دراصل متعدد ذیلی Indicators کا مجموعہ ہے جس میں بیماریوں سے تحفظ، امراض کی بروقت تشخیص، بیماریوں کے علاج کی سہولیات، ڈاکٹرز اور ہسپتالوں کی دستیابی، امراض کے بارے میں آگہی جیسے امور شامل ہیں۔ صفائی میں آلودگی پھیلانے والے عوامل کو کنٹرول کرنا، گلی محلے کی صفائی، جسمانی صفائی سے متعلق معاشرتی آگہی، کوڑا کرکٹ کو مناسب انداز میں استعمال میں لانا، فصلوں پر زہریلی ادویات کا سپرے، جیسے امور شامل ہیں۔ ہر قسم کی آلودگی کو دیکھنے کے لیے مزید ذیلی معیارات طے کیئے جاتے ہیں، مثال کے طور پر ہوائی آلودگی کی مانیٹرنگ کے لیے ہوا کے حاصل کردہ نمونوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ Carbon MonoOxide (CO), Sulphur Dioxide (SO2), Oxide of Nitrogen (NOx), Ozone (O3) اور Hydrocarbons کی مقدار کو دیکھا جاتا ہے کہ کہیں وہ عالمی معیار سے زیادہ تو نہیں۔ پاکستان کے بڑے شہروں میں ان زہریلی گیسوں کی مقدار خطرناک حد تک بڑھ بھی جاتی ہے[48]۔ ان میں سے ہر Indicator کو زیرِ بحث لانا طوالت کا موجب ہوگا اس لیے ان سب کو ایک ہی جگہ ذکر کیا جاتا ہے۔

صحت وصفائی سے متعلق پاکستان کی صورتحال بہت ناگفتہ بہ رہی ہے، لیکن 2011 میں پاکستان نے The National Climate Change Policy لانچ کی جس کے بعد ماحولیاتی صورتحال کافی بہتر ہو رہی ہے۔ اگرچہ اس وقت بھی پاکستان عالمی معیار سے بہت پیچھے ہے۔ اس پالیسی کے آنے کے بعد موسم کی پیشین گوئی میں بہتری لانے کی کوشش کی گئی تاکہ ماحولیاتی خطرات، اور فصلوں کو پیش آنے والے ممکنہ خطرات کا بروقت تدارک کیا جا سکے۔ اسی طرح سے The National Marine Disaster Contingency Plan تشکیل دیا

گیا، گاڑیوں کی وجہ سے ماحول کو ہونے والے نقصان سے بچانے کے لیے Euro II معیار کو اپنانے کی کوشش کی۔ 17 مقامات پر ماحولیاتی لیبارٹریز قائم کی گئیں۔ Bio Safety سے متعلق عالمی معاہدہ The Catagena Protocol کو تسلیم کیا، اینٹوں کی بھٹیوں کی ساخت کو بہتر بناکر Swiss model of vertical shaft brick kiln تعمیر کرنے پر زور دیا[49]۔

2004-05 کے مقابلے میں جنگلات کا رقبہ 4.9 سے بڑھ کر 5.17 فی صد ہو گیا جبکہ ٹارگٹ 6 فی صد کا تھا۔ اسی طرح پٹرول اور ڈیزل پر چلنے والی گاڑیوں کو ماحولیاتی مقاصد کے تحت CNG پر منتقل کرنے کی کوششیں کی گئیں، اور سی این جی پر منتقل ہونے والی گاڑیوں کی تعداد 380 سے بڑھ کر 2740 ہو گئی، قومی سطح پر Sanitation کے سسٹم تک رسائی 42 فی صد سے بڑھ کر 48 فی صد ہو گئی۔ اسی طرح صاف پانی تک رسائی 65 فی صد سے بڑھ کر 92 فی صد تک پہنچ گئی۔ ہوائی آلودگی ماپنے کے سٹیشنز کی تعداد صفر سے بڑھ کر دس ہو گئی لیکن یہ سارا سرکاری ڈیٹا، جس میں سے صاف پانی تک رسائی کا عدد 92 فی صد بادی النظر میں درست محسوس نہیں ہوتا۔[(50)] اس وقت بہت سی NGOsClean Energy، بیت الخلاؤں کی گھروں میں فراہمی، ماحول کی بہتری، صاف پانی کی فراہمی، فصلوں پر سپرے کو روکنے جیسے اہم مسائل پر کام کر رہی ہیں۔ USAID اور Unicef نے صاف پانی کی فراہمی کے لیے دور دراز علاقوں میں واٹر پمپ لگائے ہیں۔ اسلامی پسِ منظر رکھنے والی بہت سی NGOs نے بھی پانی کی فراہمی کے لیے واٹر پمپ لگوائے اور تالاب بنوائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ[51]

"اور اپنے کپڑے صاف رکھیے اور گندگی سے دور رہیے۔"

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ[52] "پاکیزگی نصف ایمان ہے۔"

انفرادی اختلافات کا تحفظ اور برداشت کا فروغ

معاشرتی استحکام کی پیمائش کا ایک اہم Indicator انفرادی اختلافات کو برداشت

کرنے کا کلچر ہے۔ ہر انسان جہاں اپنی شکل وصورت کے اعتبار سے دوسروں سے مختلف ہے وہیں اپنی سوچ، فکر، نقطہ نظر کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اگرچہ انسانی فطرت کے بہت سے پہلو سب میں مشترک ہیں لیکن اس کے باوجود اختلافات سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ انہی اختلافات کی وجہ سے معاشرہ میں رنگارنگی اور تنوع نظر آتا ہے جس سے معاشرتی حسن دوبالا ہو جاتا ہے لیکن اس حسن سے لطف اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم دوسرے کے اختلاف کو برداشت کرنے کی عادت ڈالیں، دوسرے کے نقطہ نظر کو اہمیت دیں اور اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش نہ کریں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّين" کہ دین کے معاملے میں جبر نہیں ہے۔ حالانکہ وحی الٰہی کے حجت اور برحق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود جن لوگوں نے وحی الٰہی کو تسلیم نہیں کیا اور اپنے قدیم دین پر اڑے رہے اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کا بھی تحفظ کیا ہے۔ اسلام نے جہاں دیگر مذاہب کے لوگوں کے حقوق کو تسلیم کیا ہے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنایا ہے اور بعض اوقات تو مسلمانوں کے برابر حقوق بھی انہیں دیئے ہیں، وہیں اسلام کے پیرو مختلف فرقوں کو بھی اجتہادی معاملات میں اختلاف کا حق دیا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آج مختلف فقہی آراء سے متعلق ہمارے پاس ایک بہت عظیم الشان ذخیرہ قانون موجود ہے، جو کہ اگر اختلاف کی اجازت نہ دی جاتی تو کبھی بھی وجود میں نہیں آسکتا تھا۔ اگرچہ اسلام نے یہ اختلاف کی اجازت اہلِ اسلام کو صرف اجتہادی امور میں ہی دی ہے، منصوص احکامات میں اجتہاد کی بجائے اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کی ترغیب دی ہے اور امورِ دنیا میں اولو الامر کی اطاعت وفرمانبرداری کی بھی ترغیب دی ہے۔

اس Indicator کے ذیلی (Indicators) میں دوسرے مذہب کے لوگوں سے برتاؤ، ان سے لین دین، ان کے طے شدہ حقوق کی ادائیگی، عوامی مقامات پر ان سے امتیاز نہ برتنا شامل ہیں۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے متعلق ذیلی Indicators میں عبادت گاہوں کا اشتراک، ایک دوسرے کے ساتھ مل کر عبادت میں شریک ہونا، دوسرے مسلک کے امام کے پیچھے نماز ادا کرنا، مخالف فرقے کے افراد کو اچھے الفاظ سے پکارنا، اختلاف کو مخالفت بنانے سے احتراز کرنا،

دوسرے کے مسلک کا احترام کرنا، دوسرے مذہب کی شخصیات کا احترام کرنا، دوسرے مسلک کے افراد کے ساتھ رشتہ ناتا کرنا، تہواروں کے مواقع پر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھنا، انہیں اپنے صدقات وعطیات میں یاد رکھنا، وغیرہ شامل ہیں کیونکہ اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ہے[53]۔

بین المذاہب ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے کچھ NGOs کام کر رہی ہیں، ان کی کاوشیں صرف علمی پہلوؤں تک ہی محدود ہیں لیکن بین المسالک ہم آہنگی کے لیے کسی NGO کا وجود علم میں نہیں آسکا۔ بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے کام کرنے والی NGOs میں پیش پیش International[54]Peace Council for Interfaith Harmony, National Peace committee for Interfaith Harmony[55],Council for a Parliament of the World's Religions (CPWR), Elijah Interfaith Institute,Interfaith Youth Core (IFYC), International Association for Religious Freedom (IARF), International Interfaith Centre (IIC), International Movement for a Just World (JUST), Minorities of Europe (MoE), North American Interfaith Network (NAIN), مشہور ہیں، اس کے علاوہ ایسی مسلم فلاحی تنظیمیں جو یورپ میں کام کر رہی ہیں وہ بھی اس بارے میں کافی متحرک ہیں، جیسا کہ MuslimAid, Muslim Charities Forum[56] کام کر رہی ہے۔ مسلم ممالک میں کام کرنے والی بہت سی عیسائی NGOs بھی interfaith dialogue پر کام کر رہی ہیں جیسا کہ Christian Study Centre[57]۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں جو مذہب اقلیت میں ہے وہاں انہیں بین المذہب ہم آہنگی کی زیادہ ضرورت ہے اسی وجہ سے وہاں وہ اس بارے میں بہت حساس ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک منفی پہلو یہ بھی ہے کہ پاکستان میں ایسی NGOs جو بین المذاہب ہم آہنگی کی پرچار کرتی ہیں وہ غیر اسلامی تہواروں، تہذیبی علامات اور ثقافت کو فروغ دینے

کے بھی ذمہ دار ہیں جس سے اکثریت ایسی این جی اوز سے متنفر ہو جاتی ہے اور اس طرح سے ان کی افادیت مشکوک ہو جاتی ہے تاہم بین المذہب، بین المسالک ہم آہنگی (Interfaith/Interafaith Hormony) کے لیے کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیم (Peace Education Fondation (PEF کی خدمات کو مذہبی طبقے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے

نظریاتی ورثہ کا تحفظ

کوئی بھی معاشرہ کسی نہ کسی نظریاتی بنیاد پر ہی قائم ہوتا ہے، نظریہ کا تحفظ کرنا اس کی بقاکے لیے ضروری ہے، یہی نظریہ اس کے اتحاد و سلامتی کا ضامن ہوتا ہے۔اس وجہ سے نظریاتی ورثہ کے تحفظ کو معاشرتی استحکام کے Indicator کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ اس کے ذیلی Indicators میں نظریہ کی تعلیم، نظریہ سے پختگی اور وابستگی پیدا کرنا، نظریہ کا درست تاریخی پس منظر شامل نصاب ہونا، نظریہ کی بنیاد پر ثقافتی اور معاشرتی ڈھانچے کی تشکیل، نظریہ کے تحفظ کے لیے قربانی دینے کا جذبہ، دیگر نظریات پر اپنے قومی نظریہ کی برتری کے لیے علمی اور عقلی دلائل کی موجودگی وغیرہ شامل ہیں۔ نظریہ کی شکست سے معاشرتی ڈھانچہ بھی شکستگی کا شکار ہو جاتا ہے۔اسی وجہ سے اندرا گاندھی نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی پر کہا تھا کہ ہم نے نظریہ پاکستان کو خلیجِ بنگال میں غرق کر دیا ہے[58]۔ پاکستان کا قیام دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا، یہی نظریہ اس کی بقاء کا ضامن ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ NGOs کا کردار اس نظریہ کی بقاء کے سلسلے میں کیا ہے؟ پاکستان میں بیشتر NGOs جن کو فنڈز غیر ممالک سے مل رہے ہیں، مذہبی طبقے کی نگاہ میں وہ نظریہ پاکستان کی مخالف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں بعض اوقات NGOs کو استعماری طاقتوں کا ایجنٹ تصور کرتے ہوئے ان کے خلاف حملے کیے جاتے ہیں، ان کے ترقیاتی اقدامات کو شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ NGOs کی طرف سے چلائی جانے والی پولیو مہم اور سکولوں کا نصاب بھی شکوک وشبہات کی زد میں رہتا ہے، NGOs کی تقریبات پر بھی لوگ بالعموم اطمینان کا اظہار نہیں کرتے[59]۔

بین الاقوامی قوتیں بھی پاکستان کے مذہبی نظریہ کے بارے میں تحفظات رکھتی ہیں اور ان کی نظر میں نظریہ پاکستان ہی اسلامی شدت پسندی کو ایندھن فراہم کرنے کا موجب ہے اس لیے اس وقت عالمی قوتوں کی نظر میں نظریہ پاکستان کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے [60]۔ مدارس دینیہ کو بھی عالمی امن کے لئے ایک خطرہ سمجھتے ہوئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے NGOs کے ذریعے 225 ملین ڈالر مختص کیے تا کہ ان مدارس کی مزعومہ اصلاح کی جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ چونکہ دینی مدارس غریب اور نادار طلباء کے لیے مفت تعلیم کا بندوبست کر رہے ہیں جس سے عالمی قوتوں کے مفادات متاثر ہو رہے ہیں، اس لیے ان مفادات کے تحفظ کے لیے NGOs کے ذریعے سے مفت تعلیم کے سکول کھولے گئے تا کہ غریب عوام کا رجحان مدارس سے مکمل طور پر ہٹا دیا جائے۔ اسلامی نظریہ حیات کے تصور کو مزید کمزور کرنے کے لیے میڈیا کے ذریعے مذہبی علماء کی کردار کشی کی گئی اور "روشن خیال" مذہبی علماء کو میڈیا کے ذریعے سے متعارف کرایا گیا۔ چونکہ ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت آرمی کے ذمہ تھی اس لیے اس کی کردار کشی کی بھی کوشش کی گئی جس کے لیے NGOs کو پریشر گروپ کے طور پر استعمال کرتے ہوئے آرمی کو ملک کے اندر کارروائیوں میں الجھایا اور پھر اس کی آڑ لے کر آرمی کو بدنام کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اسی طرح سے Fundamental Islam اور Popular Islam کی اصطلاحات استعمال کرتے ہوئے ضیاء الحق کے دور میں متعارف کرائی جانے والی Ideal Islamic State کے تصور کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی تا کہ اسلام پسند قوتیں باہم تقسیم ہو جائیں۔ چونکہ بیشتر NGOs کو عطیات مغرب سے ملتے ہیں اس لیے Colonial Period کی مغرب سے نفرت کا شکار ہماری NGOs بھی بن جاتی ہیں کیونکہ جب وہ خالصتاً ترقیاتی کاموں کو چھوڑ کر نظریاتی، ثقافتی اور پالیسی سازی کے کاموں میں شرکت اختیار کر کے اپنے عطیہ دہندگان کے مطالبات کو پیش کرتے ہیں تو ان کے کردار کو neo-colonial استعمار کی صورت میں لیا جاتا ہے جس سے نفرت پیدا ہونا لازمی ہو جاتا ہے [61]۔

بنیادی سہولیات و معیارِ زندگی کا فروغ

معاشرتی استحکام کو جانچنے کا ایک اہم Indicator عوام کا معیارِ زندگی ہے جس کا تعلق عوام کو مہیا کی جانے والی سہولیات سے ہے۔ عوام کو مہیا کی جانے والی سہولیات میں سے سب سے اہم بنیادی سہولیات ہیں جن میں صاف پانی، صاف ہوا، صاف ستھرے ماحول میں رہائش، گیس کی فراہمی، بجلی کی فراہمی، نکاسی آب، سڑکوں کی تعمیر و مرمت جیسی سہولیات کی فراہمی شامل ہیں۔ بد قسمتی سے اس وقت حکومتیں صحیح معنوں میں یہ بنیادی سہولیات فراہم کرنے میں ناکام ہیں۔ اس وقت بنیادی سہولیات کی فراہمی میں پاکستان کا درجہ کوئی قابل رشک نہیں ہے۔ اقوامِ متحدہ کے Human Development index میں پاکستان کا نمبر 145 ہے جب کہ کینیا، بھوٹان، کانگو جیسے ممالک بھی اس سے بہتر نمبر پر ہیں[62]۔ تعلیم کی صورتحال یہ ہے کہ پاکستان کی شرح خواندگی 2010 میں 55.24 تھی[63] اور یہ شرح اب 58.55 ہے جب کہ خواتین کی شرح خواندگی صرف 46.3 فی صد ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ پاکستان کی نصف سے زائد خواتین ناخواندہ ہیں اور اس سے کچھ ہی کم مرد ناخواندہ ہیں[64]۔ Percapita Income کے اعتبار سے پاکستان دنیا کے 186 ممالک میں 110 ویں نمبر پر ہے، نکاسی آب کی سہولت صرف 48 فی صد شہریوں کو حاصل ہے۔ ہر 100000 میں سے 260 بچے مر جاتے ہیں۔ صرف 28 فی صد بچوں کی پیدائش کے وقت ڈاکٹر دستیاب ہوتے ہیں، 37 فیصد بچے غذائی کمی کا شکار ہیں۔ پاکستان آفات سے بکثرت متاثر ہونے والا ملک ہے، اس میں ایک طویل فالٹ رینج موجود ہے جس کی وجہ سے زلزلے بالعموم آتے رہتے ہیں۔ 2005 کے زلزلے میں تقریباً 83000 افراد فوت ہوئے جبکہ زخمیوں اور معذوروں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ 2010 کے سیلاب نے 20 ملین افراد کو متاثر کیا۔ سندھ میں تھر میں قحط کا سماں بالعموم پیدا ہوتا رہتا ہے جس میں بچوں کی ایک بڑی تعداد موت کا شکار ہو جاتی ہے۔ شمالی اور قبائلی علاقہ جات میں لڑائی روزمرہ کا معمول ہے جس میں بہت بڑی تعداد میں ہلاکتیں ہو رہی ہیں[65]۔

پاکستان میں NGOs تعلیم کے میدان میں کافی متحرک ہیں، کئی NGOs نے سکولوں کا اپنا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، بہت سی NGOs سکولوں، جیل خانہ جات وغیرہ میں اساتذہ فراہم کرتی ہیں۔ کچھ NGOs سکولوں کے Infrastructure کو بہتر بنانے کا کام کر رہی ہیں، کچھ NGOs عورتوں کی تعلیم کا شعور و آگہی پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں، کچھ NGOs تعلیمِ بالغاں کے فروغ کے لیے کام کر رہی ہیں، کچھ NGOs خصوصی بچوں کے لیے تعلیم کی سہولیات فراہم کرنے والی ہیں۔ تقریباً ایک سو سے زائد NGOs ہیں جو تعلیم کے فروغ کے لیے کام کر رہی ہیں۔ اسی طرح صحت وصفائی کے میدان میں بھی بہت سی NGOs کام کر رہی ہیں۔ کچھ NGOs بچوں کی صحت، کچھ عورتوں کی صحت، کچھ عوام کی صحت، کچھ صحت کی آگہی، کچھ حفاظتی انجکشن کی مہم چلا رہی ہیں۔ کچھ NGOs تمباکو نوشی اور منشیات کے خلاف کام کر رہی ہیں۔ بعض NGOs مخصوص امراض سے متعلق ہیں، جیسے تپِ دق ایسوسی ایشن، ذیابیطس ایسوسی ایشن، آنکھوں کے امراض سے متعلق NGOs وغیرہ۔

انصاف کی فراہمی

معاشرتی استحکام کو جانچنے کا ایک اہم پیمانہ انصاف کی فراہمی کا اندازہ لگانا ہے۔ اگر بغیر کسی قسم کی تفریق اور طبقاتی تفاوت کا خیال کیے، ہر کسی کو انصاف بروقت، جلد اور سستا انصاف فراہم کیا جائے تو معاشرتی بے چینی پیدا نہیں ہونے پاتی جس کی وجہ سے قانون کو ہاتھ میں لینے کا رجحان ختم ہو جاتا ہے۔ قانون کی پاسداری اور حکومتی رٹ کا تعلق انصاف کی فراہمی سے ہے۔ انصاف فراہم کیے بغیر قانون کی بالادستی اور حکومتی رٹ کا خواب دیکھنا درست نہیں ہے۔ اس Indicator کے ذیلی Indicators میں فراہمی انصاف میں کتنا وقت لگا؟ آیا مظلوم کی انصاف کی فراہمی سے تسلی ہوئی؟ مجرم فراہمی انصاف کے فیصلے کو اپنے ساتھ ظلم تو قرار نہیں دیتا؟ عوام کی رسائی عدالتوں تک آسانی سے ہے؟ لوگ عدالت سے ماوراء کتنے فی صد فیصلے خود ہی حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟ انصاف حاصل کرنے کے عمل میں کس قدر اخراجات ہو رہے ہیں؟ کیا اہم مقدمات کے گواہوں کو

تحفظ حاصل ہے؟ عدالتیں سیاسی اور انتظامی دباؤ سے آزاد ہیں یا نہیں؟ عدالتوں کے فیصلوں پر حکومت کس قدر اثر انداز ہو سکی ہے؟ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى[66].

"اے ایمان والو! خدا کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تمکو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے۔"

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا ایک بڑا مقصد بھی یہی بیان کیا گیا ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَلِيَقُومَالنَّاسُبِالْقِسْطِ[67].

"ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو تاکہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر"۔

چونکہ ہمارا عدالتی نظام بہت پیچیدہ ہے، عام سائل کے لیے یہ آسانی سے ممکن نہیں ہو سکتا کہ عدالت تک رسائی حاصل کر لے، بہت سے لوگوں کے پاس وکلاء تک رسائی اور قانونی معاونت کے لیے وسائل نہیں ہوتے اس لیے بہت سی ایسی NGOs موجود ہیں جو مخصوص طبقات کے لیے قانونی رہنمائی اور معاونت فراہم کرتے ہیں۔ اگر انصاف کے تقاضوں کی فراہمی کی صورتحال کو دیکھا جائے تو ایسی بہت سی اور بھی NGOs کو ہونا چاہیے جو لوگوں کو قانونی معاملات میں تحفظ فراہم کر سکیں۔ مندرجہ بالا NGOs کو اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیشتر NGOs عورتوں، بچوں، مزدوروں کے حقوق کے لیے کام کر رہی ہیں۔ مستضعفین کے لیے کام کرنا اگرچہ لائقِ تحسین ہے اور اسلام اس کی تائید کرتا ہے کہ کمزوروں کو ان کے حقوق دلائے جائیں۔ لیکن مندرجہ بالا NGOs (جیسا کہ اوپر تفصیل سے گزر چکا ہے)، جب عورتوں کے حقوق کے لیے کام کرتی ہیں تو خاندانی نظام کو کمزور کرنے کا باعث بنتی ہیں، جب بچوں کے تحفظ کا نعرہ بلند کرتی ہیں تو ملک کی برآمدات متاثر ہوتی ہے جس سے معاشی عدم استحکام پیدا ہوتا ہے جو کہ معاشرتی عدم استحکام کا موجب بنتا ہے۔ انسانی حقوق سے متعلق NGOs اکثر اوقات پاکستان کی شہرت بین الاقوامی لیول

پر خراب کرنے کا موجب بن جاتی ہیں۔ اس لیے اگر NGOs کے ذریعے مخصوص طبقات تک قانونی امداد فراہم کرنے کی بجائے عدالتی نظام کی اصلاح کی جائے اور ہر شخص کو بروقت اور سستا انصاف مہیا ہونا شروع ہو جائے تو ہمارے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ امن وامان کی صورتحال کے عالمی اشاریہ کے مطابق پاکستان 166 ممالک میں سے 154 نمبر پر ہے[68]۔

NGOsکا منفی کردار

NGOs نے جہاں اچھی خدمات کا ریکارڈ قائم کیا ہے وہیں بہت سے منفی اقدامات بھی کیے جس کا اثر معاشرتی استحکام کے لیے بہت مہلک ثابت ہوا۔ NGOs نے چائلڈ لیبر اور بچوں کے حقوق کے نام پر پاکستان کی قالین کی صنعت کو تباہ کیا، کھیلوں کا سامان تیار کرنے کی صنعت بھی تباہی کا شکار ہوئی، پاکستان کے کپڑے پر بیرونِ ملک پابندی لگی جس کی وجہ سے معاشرتی استحکام متاثر ہوا[69]۔

بعض NGOs سیاسی معاملات (مثال کے طور پر گم شدہ افراد، آئی ڈی پیز، انڈیا سے دوستی وغیرہ) میں دخل اندازی کر کے انتشار پھیلانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ بعض NGOs کی سرگرمیاں ملک میں صنعتی ترقی کی دشمن ثابت ہو رہی ہیں اور ماحولیاتی آلودگی کے مسائل کو بین الاقوامی سطح پر اٹھا کر ملکی صنعت پر پابندی عائد کرانے کا باعث بن رہی ہیں، جیسا کہ تھر کے کوئلہ سے بجلی پیدا کرنے کے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے[70]۔ خاندانی سطح پر آزادی نسواں کے نام پر خاندانی نظام کو تباہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ آزادی کے نام پر اخلاقیات کا جنازہ نکال دیا ہے۔

خلاصہ

اسلام معاشرتی استحکام کو بہت اہمیت دیتا ہے اسی وجہ سے بیشتر قوانین کی بنیاد معاشرتی فلاح وبہبود پر ہی رکھی گئی ہے، مقاصدِ شریعہ اور حکمتِ دین کا تعلق براہِ راست معاشرتی استحکام سے ہے۔ اگر ہم معاشرتی استحکام کے مختلف Indicators کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انہی چیزوں کا حضور اقدس ﷺ نے صدیوں پہلے انسانیت کو بتایا تھا، بلکہ بعض انڈیکیٹرز تو نبی اقدس ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے آنے والے انبیاء اور دانشوروں نے متعارف کرائے تھے، لیکن مخصوص اصطلاحات کی ٹکسال میں معاشرتی استحکام کے Indicators اب آ کر ڈھلے ہیں۔

معاشرتی استحکام کی ذمہ داری اسلامی حکومت کے ساتھ ساتھ معاشرتی اداروں اور فرد پر بھی عائد ہوتی ہے۔اسلام میں معاشرتی استحکام کے لیے غیر حکومتی سطح پر جو اقدامات کیے جاتے تھے ان میں وقف، صدقات وعطیات، معاقل، ولایت وغیرہم شامل تھے۔ یہ ادارے مروجہ این جی اوز کی شکل میں دوسری جنگ عظیم کے بعد وارد ہوئے، اس کے بھی کئی سال کے بعد ایشیامیں وارد ہوئے۔ ان اداروں کی آمد کے ساتھ ہی ان کی حمایت اور مخالفت میں بہت سی آراء سامنے آنا شروع ہوئیں، اس سب کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ NGOs نے اپنی اہمیت کو منوایا ہے۔ خامی صرف دو مقامات پر آتی ہے:

- ✓ غیر ملکی عطیہ دہندگان کے خفیہ مقاصد
- ✓ مقامی مذہب، تہذیب وثقافت کو نقصان پہنچانا

اگر ان دونوں خامیوں کو دور کر لیا جائے تو NGOs معاشرتی استحکام کی مضبوط بنیاد بن سکتی ہیں۔ لیکن اگر انہی دو خامیوں کی اصلاح نہ کی گئی تو غیر ملکی عطیہ دہندگان کے مطالبات معاشرتی عدم استحکام کا موجب بھی بن سکتے ہیں، جیسا کہ پاکستان میں بہت سے ممالک کی مداخلت NGOs اور سیاسی جماعتوں کے ذریعے کھلم کھلا ہو رہی ہے۔ یہ مداخلت پاکستان کو عدم استحکام کا شکار کر سکتی ہے۔ دوسری خامی، مقامی مذہب اور تہذیب وثقافت کو نقصان پہنچانا، یہ ایک حقیقت ہے بلکہ ایک المیہ ہے۔ ہر قوم اپنے مذہب اور اپنی تہذیب وثقافت کے ساتھ مخلص ہوتی ہے، جب اس کی تہذیب وثقافت اور مذہب پر کوئی اور حملہ آور ہو تو اس کے اثرات یہ مرتب ہوتے ہیں:

1. ایسی NGOs کے خلاف نفرت پیدا ہونا
2. اپنی تہذیب وثقافت سے نفرت پیدا ہو جانا
3. اپنی تہذیب وثقافت اور مذہب کے تحفظ کے لیے شدت پسندی پیدا ہونا

بدقسمتی سے پاکستان میں یہ تینوں منفی Indicators پائے جا رہے ہیں جس سے معاشرتی عدم استحکام پیدا ہو رہا ہے۔ بہت سی NGOs واقعتاً اخلاص کے ساتھ انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے کام کر رہی ہیں لیکن بہت سی NGOs کا مطمع نظر صرف بیرونی عطیہ دہندگان سے عطیات

حاصل کرنا ہے، ایسی NGOs معاشرہ میں کرپشن کے فروغ کا موجب بن رہی ہیں اور کرپشن بذاتِ خود معاشرہ کو عدم استحکام کا شکار کرنے کا موجب ہے۔ مزید برآن جن لوگوں کی حیلے بہانوں سے عطیات خورد برد کرنے کی عادت پختہ ہو چکی ہو، وہ بعد ازاں لوگوں کے اموال پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس لیے معاشرے میں پھیلی ہوئی NGOs کا آڈٹ کرانا اور ان کا باقاعدہ ریکارڈ رکھنا ضروری ہے۔ ملکی مفادات اور معاشرتی استحکام کے لیے کام کرنے والے اداروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ NGOs کے خفیہ مقاصد پر نظر رکھیں، انہیں کہاں سے فنڈز مل رہے ہیں اور ان فنڈز کے پیچھے کوئی خفیہ مقاصد تو نہیں ہیں؟ کہیں یہ NGOs منفی مقاصد کے لیے یا پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لیے تو سروے نہیں کر رہیں؟

اگر ہم معاشرتی استحکام کے Indicators کو مد نظر رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض NGOs اسلام، نظریہ پاکستان، خاندانی نظام اور ملکی ثقافت کو نقصان پہنچانے کا موجب بن رہی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ صحت وصفائی کی سہولیات کی فراہمی، تعلیم کے فروغ، معیارِ زندگی کے فروغ، انصاف کی فراہمی، طبقاتی تفاوت کے خاتمے کے لیے نہایت اچھی کاوشیں کر رہی ہیں۔ NGOs معاشرتی استحکام کے ساتھ بہت پیچیدہ تعلق بناتی ہیں جس کی وجہ سے یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں رہتا کہ مجموعی طور پر یہ معاشرتی استحکام کا موجب بن رہی ہیں یا معاشرتی عدم استحکام کا۔

تمام تر خدشات وخطرات کے باوجود اس کی قطعاً کوئی سفارش نہیں کی جاسکتی کہ خیر کے اس کام کو روکا جائے بلکہ طریقہ کار، مقاصد اور نیت کی اصلاح کر کے اس میں موجود خامیوں کو دور کیا جائے اور اس کی مؤثر نگرانی کی جائے تاکہ ان اداروں کو اسلامی اصول "تعاون علی الخیر" کے مطابق چلایا جائے۔ مقامی سطح پر NGOs کے قیام اور مقامی وسائل سے ترقیاتی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی حوصلہ افزائی کی جائے، کیونکہ مقامی NGOs مقامی روایات کی پاسداری میں زیادہ سرگرم ہوتی ہیں۔ وسائل کی موجودگی کے اعتبار سے اسلامی ممالک بالخصوص مشرقِ وسطیٰ کے ممالک بہت مالدار ہیں، اگر یہ ممالک اسلامی دنیا میں موجود غربت، ناانصافی، بیماری اور بے روزگاری کے خاتمے کو مقصد بناتے ہوئے اپنی NGOs بنائیں جو کہ اسلامی اصولوں کے مطابق کام

کریں، اسلامی دعوت کی ذمہ داری بھی نبھائیں تو اس سے نہ تو ہماری ثقافت کو کوئی خطرہ لاحق ہوگا، نہ ہی نظریہ پاکستان کو کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق ہوگا۔ اسلام کے فلاحی مقاصد کی تکمیل میں بھی اس سے اضافہ ہوگا، نیز امتِ مسلمہ میں دوبارہ دکھ درد بانٹنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ جس کی وجہ معاشرتی استحکام کے ساتھ ساتھ اسلامی ثقافت کی بوقلمونی بھی پیدا ہوگی۔ یہ ثقافتی رنگارنگی وسعتِ نظری اور وسعتِ قلبی کا موجب بنے گی اور یہ وسعتِ نظری فقہی اختلافات کو بھی برداشت کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔ اسلامی پس منظر رکھنے والی NGOs کے کردار پر عوامی سطح پر کوئی سوال نہیں اٹھتا۔ مالی معاملات میں ان کی دیانتداری پر عوام کو زیادہ اعتماد ہے جس کی وجہ سے مقامی زرِ تعاون ایسے اداروں کو زیادہ ملتا ہے۔ اسلامی پس منظر رکھنے والی NGOs میں الدعوۃ، الخدمت، الاختر ٹرسٹ، الرشید ٹرسٹ، الایمان ٹرسٹ، منہاج ویلفیئر ٹرسٹ، جنت الفردوس اور دارالامان، وغیرہ زیادہ اہم ہیں۔

نتائج

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب تک NGOs کو ملکی قانون کا پابند نہیں بنایا جاتا، ان کا باقاعدہ آڈٹ نہیں کیا جاتا، ان کے غیر ملکی عطیہ دہندگان کے خفیہ مقاصد پر نظر نہیں رکھی جاتی، انہیں اسلامی تعلیمات، مقامی کلچر اور نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ نہیں کیا جاتا، اس وقت تک NGOs کی سرگرمیوں پر معاشرتی استحکام سے زیادہ عدم استحکام کا موجب بنیں گی۔

تجاویز

1. جو NGOs تعلیمی میدان میں کام کر رہی ہیں (تعلیمی ادارے چلا رہے ہیں) ان کے لیے ضروری قرار دیا جائے کہ حکومت کی طرف سے منظور شدہ نصاب ہی تعلیمی اداروں میں پڑھائیں اور حکومتی امتحانی نظام کے مطابق ہی طلبہ کے جائزے اور پیمائش کو یقینی بنائیں۔
2. NGOs کے لیے یہ ضروری قرار دیا جائے کہ مذہبی معاملات میں منفی دخل اندازی سے گریز کریں، مقامی ثقافت کا خیال رکھیں، نظریہ پاکستان کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔ سود، بے حیائی

اور فحاشی کے پھیلاؤ کی موجب نہ بنیں۔

3. NGOs کے عطیہ دہندگان اور انتظامیہ پر نظر رکھی جائے کہ کہیں وہ خفیہ غیر ملکی ایجنڈا تو اپنے مقاصد کے ضمن میں نہیں لیے ہوئے؟
4. NGOs کا باقاعدہ غیر جانبدار اداروں کی طرف سے آڈٹ یقینی بنایا جائے تاکہ حکومتی کنڑول سے باہر نہ جاسکیں۔
5. ملک کے داخلی و خارجی سیاسی معاملات سے NGOs کو علیحدہ رکھا جائے تاکہ داخلی و خارجی سلامتی کو یقینی بنایا جاسکے۔
6. ملک کے معروضی حلات کے تناظر میں اسلامی ممالک کی امداد باہمی کے اصول پر قائم ہونے والی NGOs کو ترجیح دی جائے اور ان کو مقابلتاً زیادہ سہولیات فراہم کی جائیں۔
7. Infrastructure کی بہتری کے لیے اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ اسلامی اصولوں کے مطابق بنیادی ضروریات (کھانا، پانی، لباس، رہائش، صحت و تعلیم) کو زیادہ اہمیت دیں، خود NGOs بھی اعلیٰ درجہ کی سہولیات (لگژری گاڑیاں، ایئر کنڈیشنرز وغیرہ) کم سے کم استعمال کریں۔
8. صفائی، نکاسی آب، بلا تفریق مذہب ہمسائے کے حقوق، ائیر کنڈیشنز کا کم سے کم استعمال، اوزون لیئر، گلوبل وارمنگ، شور کی آلودگی اور وسائل کے تحفظ کا شعوری مقامی تجارت کو نقصان پہنچائے بغیر، بیدار کرنے کے لیے کوششیں کریں۔
9. صحت کے میدان میں امراض کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے آگہی، علاج معالجہ کی سہولیات، اسقاطِ حمل، جیسے مسائل کو بھی حل کرنے کی کوششیں کریں۔ کسی مشکوک سرگرمی میں ملوث ہو کر اپنی پیشہ وارانہ سرگرمیوں کو داغدار نہ بنائیں۔
10. معاشرے کے پسماندہ طبقات کی معاشی بہتری اور روزگار کی سہولیات کو مد نظر رکھیں تاکہ وہ معاشرہ میں اپنا کردار سرگرمی سے ادا کرسکیں۔
11. NGOs اپنی خدمت کے میدان کو کسی مخصوص زبان، رنگ، نسل، مذہب کے لوگوں کے

ساتھ منسلک نہ کریں۔

12. معاشرتی استحکام کے لیے ضدِ معاشرہ، باغیانہ احساسات، راہبانہ خیالات اور دیگر ثقافتوں کے ساتھ دشمنی کے احساسات کو مثبت راہوں پر چلا کر معاشرہ کے استحکام کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ باغیانہ خیالات کو قابو کرنے کے لیے وسائل کی منصفانہ تقسیم اور سیاسی مسائل کو مذاکرات کے ساتھ حل کرنا سب سے بہتر حکمتِ عملی ہو سکتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (سورۃالعصر ۱۱۲: ۱-۳)

2 الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (سورۃالبقرۃ۲: ۳)

3 Summarized From http://www.ngos.org.pk/

4 Stefan Hiraschberg et al. (Aug. 2007),"Environmental, economic and social criteria and indicators for sustainability assessment of energy technologies" Project no: 502687, New Energy Externalities Developments for Sustainability, (NEEDS), Paul ScherrerInstitut (PSI).

5 http://www.ask.com/world-view/social-stability 7c6e71 5785 ebd0d1

6 Stefan Hiraschberg et al. (Aug. 2007), "Environmental, economic and social criteria and indicators for sustainability assessment of energy technologies" Project no: 502687.

7 John Asafu-Adjaye,The relationship between energy consumption, energy prices and economic growth: time series evidence from Asian developing countries, Energy Economics, Volume 22, Issue 6, December 2000, Pages 615–625

8 Pakistan Economic Survey 2014.P II.

9 Stefan Hirschberg, et al "Environmental, economic and social criteria and indicators for sustainability assessment of energy technologies", P07,

10 Operational Directive 14.70

11 AISHA GHAUS PASHA and MUHAMMAD ASIF IQBAL, The Pakistan Development Review 41:4 Part II (Winter 2002)

Non-profit Sector in Pakistan: Government Policy and Future Issues, p 892

12 Coleman, L and Glenn, F, 2009, When Couples Part: Understanding the Consequences for Adults and Children, One Plus One.

13 https://www.gov.uk/government/collections/social-justice-outcomes-framework-family-stability-indicator

14 Department for Work and Pensions, 2011, Households Below Average Income: An analysis of the income distribution 1994/95 – 2009/10.

15 HM Government, Social Justice: Transforming lives, Presented to Parliament by the Secretary of State for Work and Pensions , March 2012

16 Offie of National Statistics, 2010, Social Trends 40.

17 Daily, The nation, Lahore, 3 March 2014.

18 ابن ماجه، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني،سنن ابن ماجه3 :180،الأرنؤوط، دارالرسالة العالمية، الأولى، 1430 هـ / 2009 م

19 سنن ابن ماجه4 :641، رقم الحديث 3678

20 http://www.rashidabad.org/socioeconomic.html

21 http://www.sos.org.pk/Person/ChildrenVillages/

22 http://www.femaid.org/orpha.html

23 http://www.daralimanorphanage.com/

24 http://juftrust.com/

25سوات ویڈیو کی مثال:

http://www.bbc.co.uk/urdu/lg/pakistan/2009/04/090406_swat_video_protest_zee.shtml

26 Annual Activity for the year 2014, by Edhi Organization.www.edhi.org P 04

27 Annual Activity for the year 2014, by Edhi Organization. P 04

28البخارى، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري، صحيح البخاري2 :123،رقم الحديث 1470، دار طوق النجاة، الأولى، 1422هـ،

29http://www.hamarishadi.com/divorce/divorce-rate-in-pakistan. html

30 Daily, The nation, Lahore, 3 March 2014.

31 Ransome, P. (1995). Job Security and Social Stability.The Impact of Mass Unemployment on Expectations of Work.Ashgate Publishing Co., Old Post Road, Brookfield, VT 05036..
32 http://ilm.com.pk/pakistan/pakistan-issues/unemployment-rate-in-pakistan-2012/
33 International Federation of Social Workers.From: http://ifsw.org/news/youth-unemployment-in-europe-threatens-a-social-crisis/
34 Léautier, High levels of youth unemployment present risks for social stability—The African Economy, http://derlimited.com/
35 Khalid Mustafa, et al, NGOs, Micro-finance and Poverty Alleviation: Experience of the Rural Poor in Pakistan, The Pakistan Development Review, 39 : 4 Part II (Winter 2000) pp. 771–792
36 MhammadYunus: The triumph of idealism, New Age Special, The New Age, 1 January 2007; Retrieved: 11 September 2007
37 سنن ابن ماجہ ۳: ۵۰۱، رقم الحدیث ۲۴۳۲
38 Pakistan: Business environment ranking summary .http : // viewswire.eiu.com/index.asp?layout=VWCountryVW3&region_id=&country_id=1140000314
39 صحیح البخاری، ج 1، ص 140، رقم الحدیث 693
40) مسلم، محمد بن حجاج القشیری، صحیح مسلم ۱: ۴۷، رقم الحدیث ۵۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت
41 The Express News, 14 February 2015. From: http://www.express.pk/story/326697/
42 http://www.dawn.com/herald/survey/
43 HamzaHameed, et al, *Manzil Pakistan, A Study of Criminal Law and Prosecution System in Pakistan*, October 2013, P 09
44 Nicole Hahn Rafter, *Shots in the Mirror: Crime Films and Society,* Oxford University Press, 2nd Edition, P 03
45 سنن ترمذی ۴: ۷۲، رقم الحدیث ۲۲۲۴
46ابن زنجويه، أبو أحمد حميد بن مخلد بن قتيبة بن عبد الله الخرساني (المتوفى: 251هـ) ،الأموال لابن زنجويه،مركزالملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، السعودية، الأولى،1406هـ/1986 م1: 77،رقم الحديث 32

47أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ-ابراہیم (14) : 24-

48 Pakistan Economic Survey 2011-12, P 239
49 Pakistan Economic Survey 2011-12, P 235-236
50 Pakistan Economic Survey 2011-12, P 237

51سورۃالمدثر۷۴: ۴-۵

52 صحیح مسلم1 :203، رقم الحدیث223

53اشعری، أبو الحسن علي بن إسماعيل بن إسحاق بن سالم بن إسماعيل بن عبد الله بن موسى بن أبي بردة بن أبي موسى الأشعري (المتوفى: 324هـ)، الإبانة عن أصول الديانة، دار الانصار، القاهرة1: 26

54 http://interfaithorganisations.net/member-organisations/
55 https://ambassadornpcih.wordpress.com/about/
56 http://www.sabahnews.net/national/session-on-role-of-civil-society-and-ngos-contribution-held/
57 http://www.cscpak.org/interfaith.html
58http://pkpolitics.com/discuss/topic/what-is-nazaria-e-pakistan
59 Meghan Davenport, Historical Complexities of NGO Relationships in Pakistan, Institution name/journal where submitted: McGill University, April 2012, p 10.
60 Meghan Davenport, Historical Complexities of NGO Relationships in Pakistan, p 07
61 Meghan Davenport, Historical Complexities of NGO Relationships in Pakistan, p 18
62 UNESCO, Why Pakistan needs a literacy movement?, March 2012.P 05.
63 UNESCO, Why Pakistan needs a literacy movement?, March 2012.P 04.
64 Labour Force Survey 2010–11 .Federal Bureau of Statistics, Pakistan. 2011. p. 12.
65WHO: World Health Statistics 2012, Source: http://www.who.int/gho/publications/world_health_statistics/2012/en/index.html, 24 March 2013.

66 سورۃالمائدۃ۵: ۸

67سورۃالحدید۵۷: ۳۵

68 Institute for Economics and Peace, Global Peace Index 2014, P11, P6

69 Meghan Davenport, Historical Complexities of NGO Relationships in Pakistan, p 20

70 Meghan Davenport, Historical Complexities of NGO Relationships in Pakistan, , p 22